مُشتاق احمد قریشی

ابنِ صفی

کا

ادبی انتخاب

مُدّتوں ذہن میں گونجوں گا سوالوں کی طرح
تجھ کو یاد آؤں گا گزرے ہوئے سالوں کی طرح
ڈوب جائے گا جو کسی روز یہ خورشیدِ انا!
مجھ کو دُہراؤ گے محفل میں مثالوں کی طرح

"پھر اب تم کیا کرو گے؟"
"اُردو ادب کا کوئی نامور نقّاد بن کر جاسوسی ناول نویسوں کو گالیاں دیتا پھروں گا۔"

یہ "جونک کی واپسی" کا اختتامیہ حصّہ ہے اور ابنِ صفی نے عمران کی زبانی ایک ہی جُملہ کے ذریعہ اُردو کے نقّادوں سے اپنا حساب بے باق کر دیا۔ ابنِ صفی ہمارے ادب میں سَرِی ادب کے سب سے بڑے نمائندے ہی نہیں ہیں بلکہ اعتمادِ ذات کی مکمّل مثال بھی ہیں۔

اُردو کے نقّادوں کا مذاق، محمد حسن عسکری، ڈاکٹر احسن فاروقی اور دوسرے انگریزی ایم اے پاس نقّادوں نے اُڑایا ہے کہ وہ جدید تصوّرات سے آگاہ نہیں۔ ابنِ صفی نے بھی اُن کا مذاق اُڑایا ہے مگر دوسری بُنیاد پر اور وہ بُنیاد یہ ہے کہ داستانوں میں اسرار، پلاٹ کی پیچیدگی اور جادو پر سر دُھننے والے نئے جاسوسی ناولوں کے اسرار اور سائنسی کرشموں سے انکار کرتے نظر آتے ہیں اور بزرگوں کی پرستش کی انتہا یہ کہ ظفر عمر زبیری بی۔ اے (علیگ) کا ذکر تو رام بابو سکسینہ کی تاریخِ ادبِ اُردو میں بھی نیلی چھتری اور بہرام کے حوالے سے ملتا ہے مگر بعد کے نقّادوں میں سوائے ابوالخیر کشفی کے کسی نے جاسوسی ناول اور ناول نگاروں کے ذکر کو قابلِ اعتنا نہ جانا۔ کشفی صاحب نے تو ابنِ صفی مرحوم کے سلسلے میں ایک مستقل مضمون لکھا ہے۔ ڈاکٹر کشفی نے عمدہ نثر اور اسلوب کے محاسن کی بنا پر ابنِ صفی کو عہدِ حاضر کا اچھا ادب اور نثر نگار قرار دیا ہے۔ اسی طرح اُنھوں نے ابنِ صفی کی کردار نویسی، پلاٹ نگاری، مزاح اور مستقبل بینی پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

کشفی صاحب میرے بزرگ ہیں اور اُنھیں کے ارشاد پر میں نے ابنِ صفی کے ادبی انتخاب کی ذمّہ داری قبول کر لی ہے۔ کشفی صاحب کسی کے اس تنقیدی خیال سے متفق ہیں کہ اچھا انتخاب آدھی تنقید ہوتا ہے۔

اس انتخاب کی صورت کے بارے میں بھی بارہا آپس میں تبادلۂ خیالات ہُوا پہلے تو یہ طے ہُوا کہ ہر کردار کے ارتقا کو مختلف ناولوں سے ترتیب کیا جائے۔ پھر ابنِ صفی کے پلاٹوں کے تنوع کے نمونے دیے جائیں۔ مگر آخر اس بات پر اتفاق ہُوا کہ ابنِ صفی کے ادبی تصوّرات کو پیش کرنے کے لیے اُن کے "پیش رَسوں" کا انتخاب پیش کیا جائے۔ ان پیش رسوں میں ان کے ادبی تصوّرات کے ساتھ ساتھ دوسرے معاشرتی اور لازمی مسائل کی طرف اشارے بھی ملتے ہیں اور قاری کے ساتھ اُن کا رشتہ بھی اُبھر کر سامنے آتا ہے۔ اپنے ناولوں اور کرداروں کے بارے میں ابنِ صفی کی رائے کی اہمیت سے کون انکار کرے گا۔

اس ادبی انتخاب کا مقصد یہ ہرگز نہیں ہے کہ یہ ان کے ناولوں کا بدل بن سکے۔ اس انتخاب میں آپ کو ان کے ناولوں کی کہانیوں کا خلاصہ نہیں ملے گا بلکہ ایسے ٹکڑے ملیں گے جو پڑھنے والوں کو ابنِ صفی کی طرف متوجہ کریں گے اور نقادوں کو ان کے ادبی مرتبے پر نظرِ ثانی کرنے پر مجبور کر دیں گے۔

نئے اُفق میں قسط وار اشاعت کے بعد یہ انتخاب انشاء اللہ کتابی صورت میں شائع ہوگا۔

ہم بوجوہ یہ سلسلہ عمران سیریز کے پندرھویں ناول "کالے چراغ" سے شروع کر رہے ہیں۔ پہلے چودہ ناولوں کا انتخاب کتاب میں شامل کر لیا جائے گا۔ "کالے چراغ" کے اشتہار میں کہا گیا تھا کہ "عمران یہ کارنامہ تنہا انجام دے گا" لیکن پڑھنے والوں نے خطوط کا تانتا باندھ دیا اور ابنِ صفی کو لکھنا پڑا۔

"آپ عمران کی تنہائی کو "یتیمی" سمجھتے ہیں۔ لہٰذا آپ کی خواہشات کے احترام میں مجھے کہانی میں بہتیری تبدیلیاں کرنی پڑیں۔"

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابنِ صفی قارئین کی رائے کا احترام کرتے تھے لیکن اس حد تک نہیں کہ ان کا فن متاثر ہو۔ وہ یہ کرنے پر مجبور تھے۔ اس کا پہلا سبب یہ تھا کہ وہ سچ مچ عام آدمی کی رائے کا احترام کرتے تھے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ شاید ہی کوئی اور مصنّف صرف قلم کے سہارے زندہ رہا ہو۔ شوکت تھانوی اور کرشن چندر کو بھی اخبار کی ملازمت یا فلموں کا سہارا لینا پڑا۔ ابنِ صفی نے بڑے صاف سیدھے انداز میں اس مسئلے کے بارے میں اپنا نقطۂ نظر تحریر کر دیا۔

> زیادہ تر پڑھنے والوں کی رائے یہی ہے کہ عمران ہر ناول میں "ایکس ٹو" ہی کے رُوپ میں پیش کیا جائے! کچھ ایسے بھی ہیں جو چاہتے ہیں کہ عمران سارے کام تنہا انجام دے، لیکن ایسے حضرات کی تعداد کم ہے! بہرحال ایسی صورت میں ایک مصنّف کے لیے یہ فیصلہ کرنا دُشوار ہو جاتا ہے کہ وہ کیا لکھے اور کیا نہ لکھے! پھر یہی ایک طریقہ باقی رہ جاتا ہے کہ اکثریت کے مطالبے پورے کیے جائیں!
>
> ابنِ صفی بی اے
>
> ۲۷ دسمبر ۱۹۵۶ء

خون کے پیاسے کے پیش رس میں ابنِ صفی لکھتے ہیں۔

"اس سلسلہ کا پہلا ناول کالے چراغ تھا۔ دوسرا اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ تیسرا "الفانسے" ہوگا اور چوتھا "درندوں کی بستی" (خاص نمبر) جاسوسی ادب میں منصوبہ بندی بے حد ضروری ہے۔ کہانی کے خدوخال مصنّف کے ذہن میں خاصے واضح ہوتے ہیں۔ ہاں بعض موڑ لکھتے وقت اچانک سامنے آجاتے ہیں اور کہانی کے دھارے کو متاثر کرتے ہیں۔ ابنِ صفی کی ان دو سطروں سے اُن کی منصوبہ بندی کا ثبوت ملتا ہے۔ وہ سوچنے کے دوران کہانی کے طول کا خاصا صحیح اندازہ، لکھنے کے عمل سے پہلے ہی لگا لیتے تھے۔

اِس پیش رس میں بھی لوگوں کی ایک فرمائش کا ذکر ہے۔

> "اب اِدھر کچھ ایسے خطوط آنے لگے ہیں جن میں عمران اور فریدی کے ٹکراؤ کا مطالبہ ہوتا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اِس پر عمل نہ کر سکوں گا کیونکہ اگر ایسا ہوا تو دونوں کرداروں کی مٹی پلید ہو جائے گی۔"
>
> ۲۸ جنوری ۱۹۵۷ء

لیکن بعد میں محدود پیمانے پر ابنِ صفی کو قارئین کے اصرار پر یہ بھی کرنا پڑا۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں کرداروں کے ساتھ

یک وقت انصاف کرنا مشکل تھا لیکن ابنِ صفی نے اپنے جوہر اور کلاس کا اظہار کر ہی دیا۔
'الفانسے' (عمران سیریز ۱۷) کے پیش رس میں ابنِ صفی نے پیش لفظ کی ضرورت یا اہمیت کے مسئلہ کو اٹھایا۔

میں آج تک یہ سمجھ ہی نہیں سکا کہ پیش لفظ کیوں لکھے جاتے ہیں ویسے لکھ ضرور دیتا ہوں۔ یہی رسم چلی آ رہی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ پیش لفظ تجارتی نقطۂ نظر سے بہت ضروری ہے تو یہ عرض کروں گا کہ آج تک میں نے کسی شریف آدمی کو بکسٹال پر کھڑے ہو کر پیش لفظ پڑھتے نہیں دیکھا۔ کتابیں خرید لینے کے بعد ہی پیش لفظ بھی پڑھے جاتے ہیں بلکہ میرا خیال تو یہ ہے کہ سرے سے پڑھے ہی نہیں جاتے۔ مگر پھر بھی پیش لفظ لکھنے پر مجبور رہوں یہی ہوتا آیا ہے۔ لہٰذا ہو کر رہے گا۔

ابنِ صفی نے یہاں بھی اپنی شخصیت کا اظہار کر دیا ہے۔ اُن کی حسِ مزاح اُن کے سب سے قوی ہتھیاروں میں سے ہے۔ وہ پیش لفظ کی اہمیت کو خوب سمجھتے ہیں۔ پیش لفظ مصنف اور قاری کے درمیان مکالمہ ہے۔ انھوں نے اپنے پیش لفظ کو پیش رس کا عنوان دیا تھا۔ جس طرح بعض پرندے بہار کی نوید لے کر آتے ہیں اور انھیں طائرِ پیش رس کہا جاتا ہے اسی طرح اُن کے پیش رس میں اُن کے ناول اور آنے والے ناولوں کے خدوخال ملتے ہیں۔ اسی پیش رس میں وہ آگے چل کر لکھتے ہیں۔

یہ کہانی تو خیر آپ پڑھنے ہی جا رہے ہیں۔ اچھا خاص نمبر کے متعلق ہی سہی جو اس کے بعد کا شمارہ ہوگا۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ یہ عام شماروں سے ہر حال میں مختلف ہو۔ ایک نئے ماحول اور نئے انداز کی کہانی پیش کرنے کا ارادہ ہے۔
اکثر حضرات کی فرمائش ہے کہ عمران سیریز میں سائنس فکشن بھی پیش کیے جائیں۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ سائنس فکشن کے لیے زیادہ صفحات درکار ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ عمران کے جوبلی نمبر میں سائنس فکشن ہی پیش کیا جائے۔

نہایت اختصار کے ساتھ ابنِ صفی نے کئی باتیں اِن جملوں میں بیان کر دیں۔ پہلی بات تو یہ ماحول کی تبدیلی قارئین میں کہانی کے لیے دلچسپی پیدا کر دیتی ہے۔ پھر اسلوب کی یکسانیت سے بچ کر نئے انداز کی ضرورت مسلّم ہے اور سائنس فکشن کے بارے میں یہ بات بنیادی طور پر درست ہے، اس کے لیے زیادہ وسعت درکار ہوتی ہے تاکہ "طلسمِ ہوش رُبا" سائنسی حقائق کی صورت میں نظر آ سکے۔

ابنِ صفی نے عمران کے کردار کی تعمیر پر جتنی محنت کی ہے اُس سے آپ سب واقف ہیں۔ کسی کھلنڈرے کو اپنے مقصد اور وطن کی خاطر سنجیدگی اور کبھی قہر کا مجسمہ بنانا اور تضاد سے بچا لینا۔ ہے نا مشکل کام؟ یہ اور بات کہ عمران خود ہی تضادات کا مجموعہ ہے اور ابنِ صفی نے کئی موقعوں اِن تضادات کے اسباب بیان کیے ہیں۔ 'درندوں کی بستی' کے پیش رس میں بھی ابنِ صفی نے عمران کے کردار کا مختصر سا تجزیہ کیا ہے۔

عمران کو اس بار کئی روپ میں دیکھئے!... اُس کی بعض بالکل نئی صلاحیتیں سامنے آئیں گی اور آپ یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ حقیقتاً وہ ہر قسم کا آدمی ہے! کبھی وہ ہنستا ہے اور کبھی اتنا متحیر کر دیتا ہے کہ اُس کے ساتھیوں کو اپنی سانسیں رُکتی ہوئی سی محسوس ہونے لگتی ہیں۔ وہ اُس سے جھگڑا کرنا چاہتے ہیں لیکن جلد ہی عمران کوئی ایسی چال چلتا ہے کہ وہ سناٹے ہی میں آ جاتے ہیں! وہ اس پر

جھلاتے ہیں، چڑچڑاتے ہیں اور اُسے محض ایک مسخرا سمجھ کر ٹریٹ کرنا چاہتے ہیں لیکن نہیں کر سکتے۔

عمران سچ مچ ایسا کردار ہے جو دو انتہاؤں پر اور دو انتہاؤں کے درمیان زندگی بسر کرتا ہے۔

"گم شدہ شہزادی" کا پیش رس، ایک نمائندہ تحریر ہے۔ اُردو کے مصنفوں کے گم شدہ پیش لفظوں کا کوئی انتخاب مرتب کیا جائے تو اس میں اِسے نمایاں جگہ دینی ہو گی۔

مجھے بھی ایک شہزادی کی تلاش تھی۔۔۔۔ تلاش ہی ٹھہری۔۔۔۔ لیکن آج کل حاتم طائی بننے میں بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں۔۔۔۔ اگر کسی طرح بن بھی جائیے تو جنگلوں میں خاک اُڑانے والے وہ ڈیڑھ درجن شہزادے نہیں ملتے جن کی مُرادیں بر لائی جا سکیں۔۔۔۔ خیر تو کہہ یہ رہا تھا کہ شہزادی کی تلاش شروع ہوتے ہی اژدہوں یا درندوں کی بجائے ملیریا کا ایک مچھر آ ٹکرایا اور پھر یہاں سے دوسری داستان شروع گئی۔ (بالکل اسی طرح جیسے قصہ حاتم طائی کے درمیان دوسری داستانیں شروع ہو جاتی ہیں)

اِس میں شخصی عنصر بھی ہے اور مزاح بھی۔ داستان ابنِ صفی کے خون میں رواں تھی۔ وہ صنفِ داستان کو ٹی پر عبور رکھتے ہیں اور انھوں نے اس انداز کی چیزیں بھی لکھی ہیں اور غالباً انتظار حسین سے پہلے جن کا یہ کارنامہ قرار دیا جاتا ہے کہ انھوں نے داستان کا پیوند افسانہ کے ساتھ لگا کر افسانہ کو نیا رنگ دیا ہے۔ اپنی ذاتی بیماری کو "دوسری داستان" قرار دینا مزاح بھی ہے اور حوصلہ بھی۔

میرا خیال ہے کہ یہ دوسری داستان اس سے بھی زیادہ عجیب اور دلچسپ تھی۔ آپ خود ہی سوچئے کہ اگر ساڑھے پانچ فٹ کے اشرف المخلوقات کو ایک ننھا سا مچھر پچھاڑ جائے تو کیا آپ اُسے عجیب نہ کہیں گے۔۔۔۔؟ آپ کے لیے یہ بات عجیب ہو یا نہ ہو مگر میرے لیے تو عجیب ہی نہیں بلکہ "سنسنی خیز" بھی ہے۔۔۔ بہر حال اِس مچھر کی وجہ سے میں راستہ بھٹک گیا! چلا تھا گم شدہ شہزادی کی تلاش میں لیکن کونین کے کیپسولوں کی وادی میں آ نکلا اور اب سوچ رہا ہوں کہ ایک ناول "مچھروں کی وادی" کے نام سے لکھ ڈالوں۔ حالانکہ ابھی تک "تاریک وادی" ہی کا وعدہ پورا نہیں کر سکا۔

یہ پیش لفظ ۱۷ مئی ۱۹۵۷ء کو لکھا گیا۔ موت کا سایہ ابنِ صفی کے ہاں بار بار نظر آتا ہے مگر اس موت کے اندیشے کو یہ حقیقت گوارا بنا دیتی ہے کہ مصنف سے اُس کے قاری کیسی محبت کرتے ہیں۔ موت کا اندیشہ اور قاری سے محبت یہ ساری داستان کس طرح ایک مختصر سے پیراگراف میں سمٹ آئی ہے۔

ہاں جب اس مچھر نے مجھے دوسری راہ پر ڈال دیا تو شہزادی کی تلاش کیسے جاری رہ سکتی۔۔۔ نتیجہ یہی ہونا تھا کہ "گم شدہ شہزادی" آپ تک دیر سے پہنچے! مگر خدا کی پناہ! اس تاخیر کی وجہ دریافت کرنے کے لیے آپ نے اتنے خطوط لکھ ڈالے کہ اب میں موت سے بھی ڈرنے لگا ہوں۔۔۔ پتا نہیں کب مر جاؤں اور آپ قبر پر ڈنڈے مار مار کر کہیں فلاں ناول فلاں تاریخ کو منظرِ عام پر لانے سے پہلے ہی مر جانے کا حق تجھ کو کیونکر حاصل ہوا۔۔۔